عطیہ عوفی (کوفی) زائر اربعین حسینی

محمد لطیف مطہری کچوروی

عطیہ سعد بن جنادہ عوفی جو بعض تاریخی کتابوں کے مطابق ۳۶ سے ۴۰ ہجری کے درمیان کوفہ میں پیدا ہوئے۔ بعض تحقیقات کے مطابق چونکہ ان کی پرورش کوفہ میں ہوئی اس لئے انھیں کوفی کہا جاتا ہے۔ لیکن بعض کے مطابق وہ کوفہ میں پیدا نہیں ہوئے تھے کیونکہ ان کا والد سعد بن جنادہ کوفہ کا رہنے والا نہیں تھا۔ عطیہ عرب کے معروف و مشہور بکالی خاندان میں پیدا ہوا۔ بکالی خاندان قبیلہ بنی عوف بن امر القیس سے تعلق رکھتے تھےاور عرب قبائل میں اس قبیلہ کوایک خاص مقام و منزلت حاصل تھا چونکہ وہ بنی عوف قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اس لئے اسے عطیہ عوفی کہا جاتاہے۔ا۔ جنادہ مشہور روایوں میں سے ہیں جنہوں نے بہت ساری روایتوں کو نقل کیا ہے۔وہ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد امام علی علیہ السلام کے قریبی ساتھیوں میں شامل ہو گئے اورآپ کے ساتھ بہت سے جنگوں میں شرکت کی اوراس بارے میں بہت سی روایات ان سے نقل ہوئی ہیں۔

مشہور مورخ ابن سعد کہتے ہیں: سعد بن محمد ابن الحسن، عطیہ کا بیٹا نقل کرتا ہے: سعد بن جنادہ کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا: یا امیر

المومنین علیہ السلام: مجھے ایک بیٹا پیدا ہوا ہے، آپ اس کے لئے کوئی مناسب نام انتخاب کریں۔ امام نے فرمایا: یہ بیٹا اللہ تعالی کی طرف سے ایک عطا اور ہدیہ ہے ۔ پس وہ عطیہ کے نام سے مشہور ہوا اس کی والدہ اہل روم تھیں۔ ۲۔

زیارۃ اربعین کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: مومن کی نشانیوں میں سے ایک زیارۃ اربعین کی تلاوت کرنا ہے۔ ۳۔ جب بھی زیارت اربعین اور چہلم امام حسین علیہ السلام کا ذکر ہو وہاں حتما ان دو ہستیوں یعنی جابر اور عطیہ کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ دونوں ہستیاں اسلامی تاریخ کی معروف شخصیات میں سے ہیں۔ لیکن جو چیز انہیں دوسری شخصیات اور افراد سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کا شمار امام حسین علیہ السلام کے پہلے زائروں میں ہوتا ہے۔

بعض افراد عطیہ عوفی کو جابر بن عبد اللہ انصاری کا غلام تصور کرتے ہیں جبکہ یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی بھی مستند منابع میں اس بات کا ذکر نہیں ہوا ہے بلکہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابی کا قابل اعتماد شاگرد رہا ہے۔ عطیہ عوفی اور جابر بن عبد اللہ انصاری ۲۰ صفر ۶۱ ہجری کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے والے پہلے زائر تھے جو شہدائے کربلا کے چہلم کے موقع پر کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی مرقد پر پہنچے۔

عطیہ عوفی بہت بڑے عالم، محدث، مفسر اور سماجی اور سیاسی معاملات میں متحرک مسلمان تھے۔ عطیہ تابعین میں سے تھے جنہوں نے رسول خدا کو درک نہیں کیا وہ امام علی علیہ السلام کے اصحاب اور ان کے بعد باقی ائمہ علیہم السلام کے بھی اصحاب تھے انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام کے زمانے کو بھی درک کیا۔ عطیہ نے اپنے استاد سے حدیث غدیر کے علاوہ زیارت اربعین کو بھی نقل کیا ہے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی اصحاب میں سے ہیں جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ امام باقر علیہ السلام کو ان کا سلام پیش کرنا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ بشارت دی تھی کہ وہ زندہ رہیں گے اور پانچویں امام سے ملاقات کریں گے۔ عطیہ عوفی نے برجستہ استادوں سے تربیت حاصل کی جن میں سب سے مشہور جابر بن عبد اللہ انصاری اور عبد اللہ ابن عباس ہیں جبکہ بعض کتابوں میں ان کے آٹھ استاتید کا نام ذکر کیا ہے۔ عطیہ نے پانچ جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔[۴]۔

عطیہ اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے عالم دین تھے اور علمی اعتبار سے ان کو اتنا مقام حاصل تھا کہ اہل سنت علماء بھی ان پر اعتماد کرتے تھے۔ عطیہ کے علمی آثار اہل سنت علماء کے درمیان بھی معتبر تھے خاص کر طبری اور خطیب بغدادی جیسی عظیم شخصیات نے اس

عظیم عالم کے علمی آثار سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔عطیہ کو قرآن اور علوم قرآنی سے اس قدر محبت تھی کہ خود ایک روایت میں نقل کرتا ہے: میں نے ابن عباس سے قرآن پاک کی تین دورہ تفسیر سیکھا ہے اور ستر مرتبہ قرآن اس کے پاس پڑھا ہے۔۵۔عطیہ نے بھی بعض افراد کی تربیت کی، جن میں سے بعض کے نام کتاب تھذیب التھذیب میں ذکر ہے۔اس کے مہم ترین شاگردوں میں مشہور راوی اعمش اور اس کے اپنے تین بچے حسن، عمرو اور علی شامل ہیں۔٦۔

عطیہ عالم، مفسر قرآن اور ایک عظیم محدث ہونے کے علاوہ ایک سماجی اور سیاسی کارکن بھی تھے جیسے:

۱۔عطیہ نے حدیث ثقلین، حدیث ائمہ اثنا عشر، حدیث سفینہ نوح حدیث غدیر، حدیث منزلت، حدیث سد الابواب وغیرہ اور وہ احادیث جو سیاسی اعتبار سے بھی زیادہ اہم سمجھے جاتے تھے، نقل کیا ہے اسی طرح آیہ تطہیر کی تفسیر بیان کی ہے۔

۲۔ عطیہ جابر کے ساتھ اس انتہائی حساس اور خطرناک صورتحال میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، کیوں کہ امام حسین کی علیہ السلام شہادت کے بعد یزید اپنے آپ کو فاتح کربلا سمجھتا تھا اور اپنے ظلم وستم اور جنایتوں کے لئے کسی کو مانع نہیں سمجھتا تھا اور ہمیشہ اختلاف رائے کو خاموش کرنے کے ذریعہ، قیام عاشورا کو اپنی جائز حکومت کے خلاف

بغاوت قرار دیتا تھا۔ اس صورت حال میں جناب جابر اور جناب عطیہ کا مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا قصد کرکے کربلا جانا اور اس مقدس مرقد پر عزاداری کرنا حقیقت میں آپ کے حقیقی فتح کی ترجمانی کرنا تھا۔

۳۔عطیہ قیام مختار میں شریک ہوئے اور مختار کے حکم پر عبد اللہ بن زبیر کے ہاتھوں سے بنی ہاشم اور محمد بن حنفیہّ کو بچانے کے لئے ابو عبد اللہ جدلی کی سربراہی میں مکہ روانہ ہوگئے۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو ابوعبداللہ جدلی نے عطیہ کو آٹھ سو فوجیوں کی کمان دے کر شہر روانہ کیا۔ یہ گروہ مکہ میں تکبیر کی آواز بلند کرتے مکہ میں وار ہوگئے۔ عبد اللہ بن زبیر نے جب یہ آواز سنا تو بھاگ کر دار الندوہ میں داخل ہو گئے۔ بعض کے مطابق عبد اللہ بن زبیر نے کعبہ کے غلاف سے پکڑ کر پناہ لی اور کہا کہ میں خدا کی پناہ میں ہوں۔ عطیہ کہتے ہیں: ہم ابن عباس اور ابن حنفیہّ کے پاس گئے ، جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھروں میں قید تھے جن کے چاروں طرف اس طرح سے لکڑی کی دیواریں بنائی گئی تھی کہ اگر کوئی اسے آگ لگادے تو وہ سب جل جائیں۔ ان افراد کو بچانے کے بعد ہم نے ابن عباس اور محمد بن حنفیہّ سے اجازت طلب کی کہ وہ عبداللہ بن زبیر کے نجس وجود کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے اجازت دیں لیکن انہوں نے خانہ کعبہ کے وقار کی وجہ سے اس بات کی اجازت نہیں دی۔۷۔

۴۔ تاریخ ان کی سیاسی جدوجہد کو کبھی فراموش نہیں کرے گا۔ تاریخی منابع میں ان کے بارے میں کچھ اس طرح ذکر ہیں: کوفہ میں ظالم و جابر حکومتوں کے خلاف بے شمار تحریکیں وجود میں آئی ہیں جن میں سے ایک عبدالرحمٰن ابن محمد اشعث کی تحریک تھی۔ یہ تحریک خراسان سے شروع ہوئی تھی، اور عراق کے کچھ بڑے دانشمند اور قاریان، جیسے سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور عطیہ عوفی بھی عبدالرحمٰن کے ساتھ اس تحریک میں شامل تھے۔ جب عبدالرحمٰن کو شکست ہوئی اور اسے گرفتار کرلیا گیا تو عطیہ فارس بھاگ جانے میں کامیاب ہوا۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم ثقفی کو ایک خط لکھا اور یہ حکم دیا کہ وہ عطیہ کو اپنے پاس بلالیں اور اسے کہ دیں کہ وہ علی بن ابی طالب پر لعنت بھیجیں۔ اگر اس نے اس عمل کو انجام دیا تو ٹھیک ہوا ورنہ اسے چار سو کوڑے مار نا اور اس کے سر کے بال اور داڑھی کو منڈوانا۔ چنانچہ اس نے عطیہ کو طلب کیا اور حجاج کے خط کو پڑھ کر اسے سنایا۔ عطیہ نے اس کی اطاعت سے انکار کر دیا، اور اس نے بھی حجاج کے حکم پر عمل کیا اور اس پر چار سو کوڑے مارا اور اس کے سر کے بال اور داڑھی کو منڈوالیا۔ جب قتیبہ بن مسلم نے خراسان کی گورنری سنبھالی تو، عطیہ اس کے پاس چلا گیا اور خراسان میں رہا یہاں تک کہ عمر بن ہبیرہ نے عراقی حکومت کا اقتدار سنبھال لیا۔ اس وقت، عطیہ نے اسے ایک خط لکھ کر کوفہ واپس آنے کا مطالبہ

کیاتو ہبیرا نے اسے کوفہ آنے کی اجازت دی۔ عطیہ کوفہ واپس آئے اور ۱۱۱ ہجری میں وفات پانے تک کوفہ میں مقیم رہے۔۸۔

عطیہ سے منقول روایات:

۱۔ حدیث غدیر:

ابن مغازلی نے اپنی کتاب میں عطیہ عوفی سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عطیہ نے کہا: میں نے ابن ابی اوفی کو اس کے گھر کے پاس دیکھا جب وہ نابینا ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے حدیث غدیر کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: اے کوفہ کے رہنے والو: کس قدر تم بد بخت ہو۔ وائے تمہاری اس حالت پر۔ میں نے کہا: خدا تمہارے کام کو آسان اور اصلاح کرے، میں کوفہ سے نہیں ہوں اور تجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں کوفہ کا رہنے والا نہیں ہوں۔ اس نے پوچھا: تمہاری مراد کونسی حدیث ہے؟ میں نے کہا حدیث غدیر کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز غدیر علی ابن علی طالب کے بارے میں فرمایا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خم کے میدان میں غدیر کے دن علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے اس طرح مخاطب ہوا: اے لوگو! کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین سے زیادہ ان کے جسموں پر تصرف کا حق رکھتا ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں اے رسول خدا۔ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: جس جس کا

میں مولا ہوں اس کا علی ابن ابی طالب بھی مولا ہے۔۹۔علامہ مجلسی لکھتے ہیں: حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب (مانزل من القرآن فی علی) میں اعمش (عطیہ عوفی کا شاگرد) سے اور اعمش، عطیہ عوفی سے نقل کرتا ہے کہ عطیہ اس آیہ شریفہ (یا آیہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک)۱۰۔کی شان نزول کے بارے میں کہتا ہے کہ: (نزلت ہذہ الآیہ علی رسول اللہ فی علی بن ابی طالب) یہ علی بن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوا ہے۔۱۱۔

۲۔خطبہ فدک: عطیہ کا دوسرا لازوال کام حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبہ فدکیہ ہے۔ آپ نے یہ خطبہ مسجد نبوی میں دیا تھا۔عطیہ نے اسے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے فرزند عبد اللہ بن مثنی کو نقل کیا اور اس طرح یہ خطبہ ہمیشہ کے لئے تاریخ میں ایک یادگار کے طور پر ثبت ہوا۔

۳۔حدیث زیارت اربعین

طبری اپنی سند کے ساتھ عطیہ عوفی سے نقل کرتا ہے کہ عطیہ عوفی نے کہا کہ: عن عطیّة العوفی: خَرَجتُ مَعَ جابِرِ بنِ عَبدِ اللهِ الأنصارِيِّ زائرَينِ قَبرَ الحُسَينِ بنِ عَلِيِّ بنِ أبی طالِبٍ علیه السلام، فَلَمّا وَرَدنا كَربَلاءَ دَنا جابِرٌ مِن شاطِئِ الفُرات فَاغتَسَلَ، ثُمَّ اتَّزَرَ بِإِزارٍ وَارتَدی بِآخَر، ثُمَّ فَتَحَ صُرَّةً فیها سُعدٌ فَنَثَرَها عَلی بَدَنِه، ثُمَّ لَم یَخطُ خُطوَةً إلّا ذَكَرَ اللهَ تَعالی.

حَتّی إذا دَنا مِنَ القَبرِ قال: أَلمِسنیهِ فَأَلمَستُهُ فَخَرَّ عَلَی القَبرِ مَغشِیّا عَلَیهِ فَرَشَشتُ عَلَیهِ

شَیئا منَ الماء فَلَمّا أفاقَ قال: یا حُسَینُ ثَلاثا ثُمَّ قال: حَبیبٌ لا یُجیبُ حَبیبَهُ. ثُمَّ قال: وأنّی لَکَ بِالجَوابِ وقَد شُحِطَت أوداجُکَ عَلی أثباجِک، وفُرِّقَ بَینَ بَدَنکَ ورأسک، فَأَشهَدُ أنَّکَ ابنُ خاتَمِ النَّبِیّینَ وَابنُ سَیِّدِ المُؤمنین وَابنُ حَلیفِ التَّقوی وسَلیلِ الهُدی وخامسُ أصحابِ الکساء وَابنُ سَیِّدِ النُّقَباء وَابنُ فاطمَةَ سَیِّدَةِ النِّساء وما لَکَ لا تکونُ هکَذا وقَد غَذَّتکَ کَفُّ سَیِّدِ المُرسَلین ورُبّیتَ فی حِجرِ المُتَّقین ورُضِعتَ من ثَدیِ الإیمانِ وفُطِمتَ بِالإسلام فَطِبتَ حَیّا وطِبتَ مَیِّتا غَیرَ أنَّ قُلوبَ المُؤمنینَ غَیرُ طَیِّبَةٍ لِفراقِک ولا شاکَّةٍ فی الخیَرَةِ لَکَ فَعَلَیکَ سَلامُ الله و رِضوانُهُ وأشهَدُ أنَّکَ مَضَیتَ عَلی ما مَضی عَلَیهِ أخوکَ یَحیی بنُ زَکَرِیّا.

میں جابر بن عبد اللہ انصاری کے ساتھ حسین بن علی علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے کوفہ سے نکلے۔ جب ہم کربلا پہنچے تو جابر فرات کے ساحل کے قریب گیا اور غسل انجام دیا اور محرم افراد کی طرح ایک چادر پہنا، پھر ایک تھیلی سے خوشبو نکالا اور اپنے آپ کو اس خوشبو سے معطر کیا اور ذکر الہی کے ساتھ قدم اٹھانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ حسین ابن علی کے مرقد کے قریب پہنچا۔ جب ہم نزدیک پہنچے تو جابر نے کہا: میرا ہاتھ قبر حسین پر رکھو۔ میں نے جابر کے ہاتھوں کو قبر حسین پر رکھا ۔اس نے قبر حسین ابن علی کو سینے سے لگایا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب میں نے اس کے اوپر پر پانی ڈالا تو وہ ہوش میں آیا۔ اس نے تین مرتبہ یا حسین کہ کر آواز بلند کیا اور کہا: (حبیب لا یجیب حبیبه) کیا دوست دوست کو جواب نہیں دیتا؟ پھر جابر خود جواب دیتا ہے "آپ کس طرح جواب دوگے کہ آپ کے مقدس کو جسم سے جدا کیا گیا ہے ؟میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ پیغمبر خاتم اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب اور

فاطمہ زہرا کے فرزند ہیں اور آپ اس طرح کیوں نہ ہو، کیونکہ خدا کے رسول نے اپنے دست مبارک سے آپ کو غذا دیا ہے اور نیک لوگوں نے آپ کی پرورش اور تربیت کی ہے۔ آپ نے ایک پاک اور بہترین زندگی اور بہترین موت حاصل کی ہے اگرچہ مومنین آپ کی شہادت سے محزون ہیں۔ خدا کی رضایت اور سلام شامل حال ہوا ے فرزند رسول خدا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو ایسی شہادت نصیب ہوئی جیسے یحییٰ بن زکریا کو نصیب ہوا تھا۔

ثُمَّ جالَ بِبَصَرِهِ حَولَ القَبرِ وقال: السَّلامُ عَلَيكُم أيَّتُهَا الأرواحُ الَّتى حَلَّت بِفِناءِ الحُسَينِ و أناخَت بِرَحلِهِ وأشهَدُ أنَّكُم أقَمتُمُ الصَّلاةَ وآتَيتُمُ الزَّكاةَ ، وأمَرتُم بِالمَعروفِ ونَهَيتُم عَنِ المُنكَرِ وجاهَدتُمُ المُلحدين وعَبَدتُمُ اللهَ حَتّى أتاكُمُ اليَقينُ. وَالَّذى بَعَثَ مُحَمّدا بِالحَقِّ نَبِيا لَقَد شارَكنا كُم فيما دَخَلتُم فيهِ. قالَ عَطِيَّةُ: فَقُلتُ لَهُ: يا جابِرَ ! كَيفَ ولَم نَهبِطِ واديا ولَم نَعلُ جَبَلاً ولَم نَضرِب بِسَيفٍ وَ القَومُ قَد فُرِّقَ بَينَ رُؤوسِهِم وأبدانِهِم، وأُوتِمَت أولادُهُم و أرمَلَت أزواجُهُم ؟! فَقال: يا عَطِيَّةُ ! سَمِعتُ حَبيبى رَسولَ اللهِ صلى الله عليه و آله يَقولُ: مَن أحَبَّ قَوما حُشِرَ مَعَهُم و مَن أحَبَّ عَمَلَ قَومٍ أُشرِكَ فى عَمَلِهِم وَالَّذى بَعَثَ مُحَمَّدا بِالحَقِّ نَبِيّا إنَّ نِيَّتى ونِيَّةَ أصحابى عَلى ما مَضى عَلَيهِ الحُسَينُ عليه السلام وأصحابُهُ خُذوا بى نَحوَ أبياتِ كوفانَ

اس کے بعد جابر نے سید الشہداء علیہ السلام کے اطراف میں موجود قبروں کی طرف دیکھا اور کہا: سلام ہو آپ لوگوں پر اے پاکیزہ ہستیاں کہ آپ لوگوں نے حسین ابن علی علیہ السلام کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگوں نے نماز قائم کی اور

زکوٰۃ ادا کیا اور ملحدوں کے ساتھ جہاد کیا اور خدا کی اتنی عبادت کی کہ یقین کے مرحلہ تک پہنچ گئے ہو۔ قسم اس ذات کی جس نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو نبوت اور رسالت پر مبعوث کیا ہم بھی آپ لوگوں کے اس عمل میں شریک ہیں۔

عطیہ کہتے ہیں: میں نے جابر سے پوچھا: ہم کس طرح ان کے ساتھ ثواب میں شریک ہو سکتے ہیں جب کہ ہم نہ کوئی بھی کام انجام نہیں دیا ہے۔ نہ ہم نے تلوار ہاتھوں میں لیا ہے نہ ہم نے کسی سے جنگ کی ہے لیکن ان لوگوں کے سروں کو ان کے جسموں سے جدا کیا گیا ہے۔ ان کے بچے یتیم ہو گئے ہیں اور ان کی شریک حیات بیوہ ہو گئی ہیں؟ جابر نے مجھے جواب دیا اے عطیہ! میں نے اپنے محبوب رسول خدا سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی کسی گروہ کو چاہتا ہے تو وہ اس گروہ کے ساتھ محشور ہوں گے، اور جو بھی کسی گروہ کے عمل سے راضی ہو تو وہ بھی اس گروہ کے اعمال میں شریک ہیں۔ اس ہستی کی قسم جس نے محمد مصطفیٰؐ کو مبعوث کیا ہے کہ میرا اور دوسرے چاہنے والوں کو ارادہ بھی وہی ہے جو امام حسین علیہ السلام اور ان کے با وفا اصحاب کا تھا۔ پھر اس کے بعد جابر نے کہا: میرا ہاتھ پکڑو اور مجھے کوفہ کی طرف لے چلو۔

فَلَمّا صرنا فی بَعضِ الطَّريقِ قالَ: يا عَطِيَّةُ ! هَل أُوصيکَ وما أظُنُّ أنَّنی بَعدَ هذهِ السَّفَرَةَ مُلاقيک؟ أحبِب مُحبَّ آلِ مُحَمَّد صلى الله عليه و آله ما أحَبَّهُم وأبغض مُبغضَ آلِ مُحَمَّدٍ ما أبغَضَهُم وإن كانَ صَوّاما قَوّاما، وَارفُق بِمُحِبِّ مُحَمَّدٍ وآلِ مُحَمَّدٍ ، فَإِنَّهُ إن

تَزِلَّ لَهُ قَدَمٌ بِكَثْرَةِ ذُنوبِهِ ثَبَتَت لَهُ اُخرى بِمَحَبَّتِهِم ، فَإِنَّ مُحِبَّهُم يَعودُ إلَى الجَنَّةِ ، ومُبغِضَهُم يَعودُ إلَى النّارِ.

جابر کوفہ کی طرف جاتے ہوئے کہتا ہے: اے عطیہ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تجھے وصیت کروں؟ کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ اس سفر کے بعد میں تم سے دوبارہ ملوں۔ اے عطیہ! آل محمد کے چاہنے والوں سے محبت کرو جب تک کہ وہ آل محمد سے محبت اور دوستی کرتے ہیں۔ آل محمد کے دشمنوں سے عداوت کرو جب تک کہ وہ آل محمد سے دشمنی کرتے ہیں گرچہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو شب بیداری میں ہی کیوں نہ گزارتا ہو۔ آل محمد کے چاہنے والوں کے ساتھ رواداری اور نرمی سے پیش آجاو کیونکہ اگر ان کے پاؤں گناہوں کی بوجھ کو برداشت نہ کر سکے تو ان کا دوسرا پاؤں آل محمد کی محبت کی وجہ سے مضبوط اور ثابت قدم رہے گا۔ بے شک آل محمد کے چاہنے والے جنت میں جائیں گے جبکہ ان کے دشمن جہنم میں چلے جائیں گے۔ ۱۲۔

حوالہ جات:

۱۔ سفینہ البحار، ج۶، ص۲۹۶۔
۲۔ شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار، ج۶، ص۲۹۶ بہ نقل از تنقیح المقال۔
۳۔ وسائل الشیعہ جلد۱۰، صفحہ ۳۷۳۔

۴۔ شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار، ج ۶، ص ۲۹۶ بہ نقل از تنقیح المقال۔

۵۔ ریحانۃ الادب، ج ۴، ص ۲۱۸۔

۶۔ شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار، ج ۶، ص ۲۹۶ بہ نقل از تنقیح المقال۔

۷۔ الطبقات الکبری، ج ۵، ص: ۵۷۔

۸۔ شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار، ج ۶، ص ۲۹۶ بہ نقل از تنقیح المقال۔

۹۔ محمد باقر مجلسی، بحارالانوار، ج ۳۷، ص ۱۸۵ بہ نقل از الطرائف۔

۱۰۔ مائدہ، آیہ ۶۷۔

۱۱۔ بحارالانوار، ج ۳۷، ص ۱۹۰۔

۱۲۔ عمادالدین قاسم طبری آملی، بشارۃ المصطفیٰ، ص ۱۲۵، حدیث ۷۲؛ بحارالانوار، ج ۶۸، ص ۱۳۰، ح ۶۲۔

کربلا۔۔۔فعالیت کے ہمراہ بصیرت

نذر حافی

نادانی اور جہالت کو ہر عقلمند انسان ناپسند کرتا ہے۔ جہالت کی شدّت تعصّب پر منحصر ہوتی ہے، کوئی بھی شخص جتنا زیادہ متعصب اور ہٹ دھرم ہوتا ہے، اس کی جہالت بھی اتنی ہی وحشتناک اور ہیبت ناک ہوتی ہے۔ میدانِ عمل میں جاہل دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو جاہل، عالم سے ٹکراتا ہے اور یا پھر جاہل، جاہل سے پنجہ ازمائی کرتا ہے۔ عقلِ سلیم کا یہ آخری فیصلہ ہے کہ میدانِ جنگ میں جاہل، جاہل کے ساتھ تو ٹکرا سکتا ہے، لیکن کبھی بھی عالمِ حقیقی، عالمِ حقیقی کے ساتھ نہیں لڑ سکتا۔ا۔

اگر کسی کو میدانِ جنگ میں دونوں طرف حق ہی صف آرا نظر آرہا ہو تو ایسا شخص یقیناً حق کی شناخت کھوچکا ہے اور اسے چاہیئے کہ وہ دوبارہ حق کو پہچانے، تاکہ میدانِ جنگ میں حقیقی اہلِ حق اور مصنوعی اہلِ حق کے درمیان فرق کرسکے۔إِنَّ دِینَ اللهِ لَا یُعْرَفُ بِالرِّجَالِ بَلْ بِآیَةِ الْحَقِّ وَ اعْرِفِ الْحَقَّ تَعْرِفْ أَهْلَهُ۔۲۔ میدانِ جنگ میں کودنے سے پہلے انسان کے لئے حق اور باطل کی صحیح شناخت ضروری ہے۔ یہاں پر یہ بھی بتاتے چلیں کہ جتنی ضروری حق و باطل کی شناخت ہے، اتنا ہی ضروری حق اور باطل کے درمیان فرق رکھنا بھی ہے۔ ۳ وَلاَ تَلْبِسُواْ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُواْ الْحَقَّ وَأَنتُمْ